AUSTRALIAN JOURNAL OF HUMANITIES AND ISLAMIC STUDIES RESEARCH (AJHISR)
Vol.2, Issue 2, Jul-16 to Dec-16

THE JUDICIAL SYSTEM IN THE ERA OF UMAR FAROOQ RA - A RESEARCH REVIEW

دورِ عمرِ فاروق میں نظامِ عدالت —ایک تحقیقی جائزہ- URDU

Khalid Rasool
University of Sindh, Jamshoro

Dr.Bashir Ahmed Rind
University of Sindh, Jamshoro

ABSTRACT

Without establishing a robust system of law and justice, no nation, country or social system can progress and prosper. We accordingly see that the nations that succeed and make their marks are those that have ensured the rule of justice in the society. The best example of this can be seen from the life our beloved Prophet Muhammad ﷺ and his companions, who is a very short span of time, spread the global message of Islam to all corners of the globe. The focus of discussion in this paper is the system of justice established by the second caliph of Islam, Umer RA.

Umar RA set up a comprehensive system of justice and accountability during his era of the caliphate. As the domain of Islamic lands increased far and beyond Arabia, new and different types of judicial matters started to come to court. In order to ensure justice, he appointed such kinds of judges that were not only pious and accountable, but also very well-conversed with the Islamic laws. They would have a pleasing personality, and be generous and tender-hearted. Umar RA would not only rule the Islamic state, but also serve as the chief justice who was never afraid to give challenging verdicts, even in the matters that involved himself or his family. He also ensured a system of collaboration, consultation and shared-learning by maintaining constant communication channels with his judged and sending them advisory letters from time to time. Reasonable stipends were paid to the judges to keep them motivated and focused on their mentally-consuming task of serving the system of justice. Indeed, the foundations he set serve as benchmarks for all the future generations.

Key words: نظام،عدالت،دور،فاروق،اصلاحات

عدل وانصاف کی اہمیت:

عدل وانصاف ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا جائز حق بہ آسانی مل جائے۔ نظام عدل و انصاف کی موجودگی میں معاشرے کے امور بخیر وخوبی سرانجام پاتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایسے محکمے قائم ہوں جہاں ہر ایک شخص اپنا جائز حق حاصل کر سکے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ۔(۱)

"اے ایمان والو! کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہر گز نہ چھوڑو، عدل کرو، یہی بات نزدیک ہے تقویٰ سے۔"

لوگوں کے درمیان عدل کا قیام چاہے انفرادی سطح پر ہو یا اجتماعی اور علاقائی سطح پر یہ خلیفہ یا حاکم وقت کی مرضی پر منحصر نہیں ہے بلکہ اسلام میں یہ معاملہ اس کے اہم ترین فرائض میں شامل ہے۔اور خلیفہ وقت کی طرف سے عدل وانصاف کے محکم ومضبوط اہتمام پر پوری امت کا اتفاق ہے۔

علامہ فخر الدین راضی لکھتے ہیں: **اجمعوا علی ان من کان حاکما وجب علیه ان یحکم بالعدل**(۲)

"علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر حاکم پر واجب ہے کہ وہ عدل وانصاف کی حکمرانی قائم کرے۔"

اسلامی ریاست کے قیام کا ایک اہم ترین مقصد یہ بھی ہے کہ ایسا معاشرہ وجود میں لایا جائے جہاں عدل وانصاف کی حکمرانی ہو، ظلم اور اس کی ہر قسم کا خاتمہ ہو۔اور ہر انسان کے سامنے اپنا حق حاصل کرنے کے آسان مواقع اور زریعے موجود ہوں۔

کوئی بھی ملک، سلطنت اور معاشرہ اس وقت تک ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہاں عدل وانصاف قائم نہ ہو۔عدل وانصاف کے بغیر معاشرے میں بغض وعناد اور نفرت کے جذبات ابھرتے ہیں، ملک وسلطنت میں بے امنی وبے سکونی اور بغاوت کے جذبے سر اٹھاتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ کہتے ہیں: "اللہ تعالیٰ ہر اس ریاست کی لازماً مدد فرماتا ہے جو اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کرے، چاہے ایسی ریاست کافر ہی ہو۔ظالم ریاست کی اللہ ہر گز مدد نہیں کرتا، چاہے وہ ریاست مسلمان ہو۔عدل ہی ایک ایسی خوبی ہے جس سے لوگ درست اور راہ راست پر رہ سکتے ہیں اور اموال کی حفاظت ہو سکتی ہے۔"(۳)

محکمہ عدالت کے قیام کے لیے حضرت عمرؓ کے اقدامات:

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں ایک منظم عدل وانصاف کا نظام قائم کیا۔عدل وانصاف کے لیے علیحدہ سے محکمے قائم کئے اور قاضیوں کو مقرر فرمایا۔علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں: "عدالت کا محکمہ بھی اسلام میں حضرت عمرؓ کی بدولت وجود میں آیا۔ترقی وتمدن کے لیے ضروری ہے کہ محکمہ عدالت، انتظامی محکموں سے علیحدہ قائم کیا جائے۔دنیا میں جہاں جہاں حکومت وسلطنت کے سلسلے قائم ہوئے، مدتوں کے بعد ان دونوں صیغوں میں تفریق ہوئی لیکن حضرت عمرؓ نے خلافت کے چند روز بعد اس محکمے کو الگ کر دیا۔"(۴)

حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت میں اسلامی ریاست کا رقبہ وسیع ہوا اور مسلمانوں کے دوسری اقوام سے تعلقات میں اضافہ ہوا تو ان حالات میں ایک عدالتی محکمہ کا قیام ضروری ہو گیا۔حضرت عمرؓ خلیفہ وقت ہونے کی وجہ سے انتہائی مصروف ہو گئے تھے۔نئے قائم ہونے والے مختلف صوبوں اور شہروں میں مقرر کردہ عمال کی مصروفیات میں بے پناہ اضافہ ہو گیا اور بڑھتی ہوئی آبادی میں باہمی متنازعہ مسائل بھی بڑھ گئے۔چنانچہ حضرت عمرؓ نے بعض شعبوں کو کچھ محکموں سے علیحدہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔انہوں نے عدلیہ کے محکمہ کو جداگانہ حیثیت دی۔اس کے ساتھ ساتھ آپ نے مستقل بنیادوں پر قاضیوں کا تقرر بھی کیا۔یہ عدالتی محکمے براہِ راست خلیفۂ وقت کے تحت کام کرتے تھے۔قاضیوں کو خود خلیفۂ وقت نامزد کرتا تھا یا خلیفہ کی نیابت کرتے ہوئے کوئی اور مجاز شخص بھی اس کا تقرر کر سکتا تھا۔قاضی حضرات خلیفہ کے سامنے جواب دہ ہوتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے کچھ حکام ایسے بھی مقرر فرمائے جنہیں عدالتی اور انتظامی دونوں طرح کے اختیارات حاصل تھے۔آپ عدالت کے معاملات میں اُن سے مسلسل خط وکتابت جاری رکھتے تھے۔آپ نے مغیرہ بن شعبہؓ سے، جو پہلے بصرہ، پھر کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے، عدالتی معاملات کے سلسلے میں خط وکتابت کی۔اس کے علاوہ شام کے گورنر معاویہؓ سے بعض متنازعہ مسائل کی تفصیلات طلب کیں اور ابو موسیٰ اشعریؓ سے بھی کئی عدالتی امور کے بارے میں حقائق دریافت کیے۔اپنے دورِ خلافت میں آپ قاضی کو جس علاقے میں بھی مقرر فرماتے وہ اس علاقے کا مکمل بااختیار قاضی ہوتا تھا۔چاہے اس کا تقرر آپ کی طرف سے کیا جاتا یا آپ کے کسی نائب کی طرف سے، قاضی کے اختیارات میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔(۵)

حضرت عمرؓ قاضیوں سے مسلسل رابطہ رکھتے تھے اور بوقتِ ضرورت مقرر شدہ قاضیوں کی موجودگی کے باوجود مدینہ میں بعض مقدمات کا فیصلہ خود صادر فرمادیتے تھے۔(۶)

وہ قاضی جنہیں عمرؓ نے مستقل طور پر صرف قاضی ہی مقرر فرمایا تھا وہ عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔انہیں کوفہ کا چیف جسٹس بنا کر بھیجا گیا تھا۔حضرت قتادہؒ ابو مجلز سے بیان فرماتے ہیں:

ان عمربن الخطاب بعث عمار بن یاسرعلی صلاۃ اھل الکوفۃ،وبعث عبداللہ بن مسعودعلی بیت المال والقضاء(۷)

"عمر بن خطابؓ نے عمار بن یاسرؓ کو اہلِ کوفہ کا امام اور عبداللہ بن مسعودؓ کو بیت المال کا منتظم اور قاضی بنا کر بھیجا تھا۔"

حضرت عمرؓ نے سلیمان بن ربیعہ کو بصرہ اور قیس بن ابوالعاص قرشی کو مصر کا قاضی مقرر فرمایا تھا۔حضرت علیؓ بن ابی طالب اور زید بن ثابتؓ کو مدینہ میں قضاء کا منصب تفویض فرمایا۔حضرت نافع بیان فرماتے ہیں کہ:"حضرت عمرؓ نے زید بن ثابتؓ کو منصب قضا تفویض فرمایا اور ان کے لیے تنخواہ بھی مقرر فرمائی۔"(۸)

اسی طرح سائب بن یزید کو بھی قاضی کا منصب دیا گیا۔(۹)

مکہ میں نافع الزاعی کو گورنر اور قاضی کے دونوں منصب پر فائز کیا گیا تھا۔علامہ ابن البرؒ فرماتے ہیں:"حضرت عمرؓ نے انہیں مکہ کا گورنر بنا کر بھیجا۔وہاں قریش کے بڑے بڑے سردار رہائش پزیر تھے۔ان کو کچھ عرصے بعد معزول کر دیا گیا اور خالد بن عاص بن ہشام بن مغیرہ مخزومی کو گورنر بنا دیا گیا۔"(۱۰)

حضرت عمرؓ خلیفہ وقت ہونے کے ساتھ ساتھ چند مخصوص فیصلے خود ہی فرماتے تھے۔ مخصوص فیصلے کرنے کے بارے میں عمرؓ کا ایک قول منقول ہے۔آپ نے سائب بن یزید بن اخت النمر کو قاضی مقرر کرتے وقت فرمایا تھا:**رد عني الناس في الدرھم والدرھمین** (۱۱)

"ایک درہم یا دو درہموں کے مقدمے مجھ سے دور رکھو۔"

وقت کے خلیفہ کے لیے جائز تھا کہ وہ کسی قاضی کو خاص قسم کے مقدمات سنوائی کے لیے مقرر کرے۔یہ معمول تھا کہ عام طور پر ذاتی اور مال و دولت، جائیداد اور قرضے کے مقدمات کی سماعت اور ان کا فیصلہ مقرر شدہ قاضی کرتے تھے۔لیکن حدود اور قصاص کے مقدمات کا فیصلہ خلیفہ یا اس کی طرف سے مقرر کردہ علاقے کا حاکم کرتا تھا۔ قاضیوں کو ان کی مرضی کے خلاف چلنے کی اجازت نہیں تھی۔بعد ازاں قتل کی حد میں وقت کے خلیفہ کی منظوری اور دیگر احکام قصاص میں علاقے کے والی اور حاکم کی منظوری ضروری تھی۔

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں قاضی کے لیے کوئی مخصوص جگہ مقرر نہیں ہوتی تھی۔وہ جہاں چاہتا مسجد، گھر یا لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھ جاتا تھا اور مقدمات کا فیصلہ کرتا تھا۔دور فاروقی میں مقدمات کی کثرت نہیں ہوتی تھی، یہی وجہ ہے کہ کسی مقدمے کا اندراج نہیں کیا جاتا تھا۔مقدمات کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے ان کے فیصلے زبانی یاد رہتے تھے۔ قاضی اس بات کا مجاز تھا کہ وہ کسی ملزم کو قید کر سکتا ہے تاکہ اس پر سختی کر کے اس سے دوسرے کا حق وصول کیا جا سکے۔حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی نے ملزم کو قید کرنے کے طریقے پر عمل کیا۔حکومت، مملکت کے مختلف مقامات پر جیل خانوں کے قیام کا بندوبست کرتی تھی، جبکہ قصاص لوگوں کی موجودگی میں سب کے سامنے نافذ کیا جاتا تھا۔(۱۲)

منتخب قضاۃ کی صفات:

قاضی کا منصب بہت اہم ہوتا ہے۔حضرت عمرؓ کسی قاضی کو منتخب فرماتے تھے تو جن خوبیوں کو آپ پیشِ نظر رکھتے تھے وہ حسبِ ذیل ہیں:

شریعت کے احکام کا علم ہونا: مقدمات کی سماعت اور ان کا فیصلہ کرنے میں شرعی احکام کا علم ہونا بہت ضروری ہے۔ ورنہ صحیح فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

تقویٰ و پرہیز گاری: حضرت عمرؓ نے معاذ بن جبلؓ اور ابو عبیدہ بن جراحؓ کے نام اپنے احکام میں لکھا تھا کہ: **ان انظرا رجالاً من صالحي من قبلكم فاستعملوهم على القضاء**(۱۳)

"تم اپنے علاقے کے نیک اور پرہیز گار لوگوں کو قاضی مقرر کرو۔"

ذہانت و فطانت: منصب قضاء کے لیے ضروری ہے کہ وہ شخص انتہائی ذہین اور سمجھ دار ہو تاکہ معاملات کی گہرائی تک پہنچ سکے۔ امام شعبیؒ بیان فرماتے ہیں کہ کعب بن سور حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے۔ اسی دوران ایک عورت آئی۔ اس نے عرض کیا: اے امیر المومنین! آپ نے میرے خاوند سے بڑھ کر بہتر آدمی کوئی نہیں دیکھا ہو گا۔ اللہ کی قسم! وہ شب زندہ دار ہے، دن کو مسلسل روزے رکھنے والا ہے۔ وہ سخت گرمی میں بھی روزہ نہیں چھوڑتا۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت کی بات سُن کر اس کے لیے بخشش کی دعا فرمائی، تعریفی کلمات کہے اور ارشاد فرمایا: تمہارے جیسی عورتیں انتہائی قابل رشک ہیں (کہ ان کے شوہر اس قدر نیک اور پارسا لوگ ہیں) شعبیؒ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ کی یہ بات سُن کر وہ عورت شرم و حیا سے سمٹ گئی اور واپس جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس خاتون کو واپس جاتا دیکھ کر کعبؓ نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! اس عورت نے اپنے شوہر کے خلاف جو شکایت کی ہے۔ آپ نے اس کی شکایت کو دور نہیں فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا" کیا اس نے اپنے شوہر کی کوئی شکایت کی ہے؟ کعبؓ نے عرض کیا، جی ہاں، اس نے اپنے شوہر کی بڑی سخت شکایت کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پھر پوچھا" کیا واقعی اس نے شکایت کی ہے"؟ کعبؓ نے عرض کیا جی ہاں، حضرت عمرؓ نے فرمایا" اس عورت کو میرے پاس لاؤ۔" وہ حاضر ہوئی تو فرمایا" خاتون! حق بات وضاحت کے ساتھ صاف صاف کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ کعبؓ کا خیال ہے کہ تو نے اپنے خاوند کے بارے میں شکایت کی ہے کہ وہ رات تیرے پاس بسر نہیں کرتا۔" عورت فوراً بولی، جی ہاں یہی بات ہے۔ میں نوجوان ہوں، دوسری عورتوں کی طرح میں بھی خاوند کا قرب چاہتی ہوں۔" حضرت عمرؓ نے اسی وقت اس کے شوہر کو بلا بھیجا اور کعبؓ کو حکم دیا۔ تم ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ کعبؓ نے عرض کیا" امیر المومنین! فیصلہ کرنے کا زیادہ اختیار آپ کو ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا" میرا حکم ہے کہ یہ فیصلہ تم ہی کرو۔ کیوں کہ تم اس مقدمے کی وہ بات سمجھ گئے جو میں نہ سمجھ سکا۔" انہوں نے کہا کہ پھر میری رائے تو یہ ہے کہ اس عورت کے لیے ہر چار دنوں میں سے ایک دن ہونا چاہیے گویا اس کے شوہر کی چار بیویاں ہیں تو جب کہ اس کے سوا اور کوئی بیوی نہیں ہے تو اس کے لیے میں تین دن اور تین راتوں کا حق تجویز کرتا ہوں کہ وہ ان میں عبادت کرتا رہے اور اس عورت کے لیے ایک دن اور ایک رات۔ تو عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم تمہاری پہلی رائے میرے نزدیک اس دوسری رائے سے زیادہ عجیب نہیں (یعنی یہ اس سے بھی بڑھ گئی) جاؤ، اب تم بصرہ پر قاضی بنا دیے گئے۔(۱۴)

ریاکاری اور حرص سے پاک: حضرت عمرؓ فرماتے تھے: **لايقيم امرالله الا من لا يصانع،ولا يضارع**(۱۵)

"دھوکا دینے والا، ریاکار اور حریص آدمی اللہ کا قانون نافذ کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے۔"

سخاوت اور نرم مزاج کا حامل: قاضی کے منصب پر فائز ہونے والے کے لیے چار صفات کا ہونا ضروری ہے۔ وہ نرم ہو لیکن کمزور نہ ہو۔ طاقت ور ہو لیکن تشدد سے کام نہ لے۔ مال پر کنٹرول کرے۔ احتیاط سے خرچ کرے لیکن بخیل نہ ہو اور سخی ہو مگر فضول خرچی نہ کرے۔(۱۶)

رعب دار شخصیت: حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: **لا عزلن ابا مريم واولين رجلاً اذا راه الفاجر فرقه ،فعزله عن قضاء البصرة وولى كعب بن سور مكانه-**(۱۷)

"میں ابو مریم کو معزول کر دوں گا ان کی جگہ ایسا شخص مقرر کروں گا کہ جو فاجر بھی اسے دیکھے گا۔ خوف زدہ ہو جائے گا، پھر انہیں معزول کر کے کعب بن سور کو بصرہ کا قاضی مقرر فرما دیا۔"

حسب و نسب اور مال داری: حضرت عمرؓ نے ایک گورنر کے نام اپنے خط میں تاکید فرمائی کہ تم اپنے علاقے میں مال دار اور صاحب حسب و نسب لوگوں کے علاوہ کسی اور سے کوئی سرکاری کام نہ لینا، اس لیے کہ ایک مال دار شخص کسی کا مال ضبط کرنے کی کوشش نہیں کرے گا اور صاحبِ حسب و نسب حکم کے لیے کسی انجام کو خاطر میں نہیں لائے گا۔(۱۸)

قضاۃ کو ہدایات:

حضرت عمرؓ قاضیوں کے حالات و عدالتی معاملات سے باخبر رہتے تھے۔ اور وقتاً فوقتاً مختلف ہدایات و تاکید فرماتے رہتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ کی خط و کتابت بھی جاری رہتی تھی۔

حضرت عمرؓ کی طرف سے جاری کیے گئے خطوط میں سے ایک اہم خط ابو عبیدہؓ کے نام بھی ارسال کیا گیا۔ آپ نے اس میں تحریر فرمایا: "یہ خط جو تمہیں تحریر کر رہا ہوں صرف بھلائی اور خیر خواہی پر مبنی ہے۔ میں نے اپنے اور تمہارے لیے خیر خواہی کی جستجو میں تمہاری طرف یہ خط لکھا جس میں، میں نے تمہارے اور اپنے لیے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ پانچ عادتیں مضبوطی سے اپنالو، تمہارا دین محفوظ ہو جائے گا اور تمہارا مقدر جگمگا اٹھے گا۔

(1) جب تمہارے پاس دو جھگڑے والے آئیں تو انصاف پر مبنی دلائل پر توجہ دو اور مضبوط قسموں کو لازم پکڑو۔

(2) کمزور آدمی کو اتنا قریب کر لو کہ اس کی بند زبان کھل جائے اور وہ اطمینان سے کھل کر بات کرے اور اس کا دل ڈھارس پا کر مضبوط ہو جائے۔

(3) اجنبی کا خیال رکھو، ایسا نہ ہو کہ اس کا مقدمہ طوالت اختیار کر جائے اور وہ اپنا حق چھوڑ کر واپس چلا جائے۔

(4) جو شخص اپنے حق کے لیے مقدمہ ہی دائر نہ کرے وہ یقیناً اپنا حق ضائع کرے گا۔

(5) اگر تم کسی مقدمے میں کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکو تو فریقین میں صلح کرانے کو شش کرو۔ والسلام۔"(۱۹)

حضرت عمر نے عدالتی معاملات کے سلسلے میں معاویہ بن ابی سفیان کو لکھا: **أما بعد، فإني كتبت إليك في القضاء بكتاب لم آلك فِيْهِ ونفسي خيراً، فالزم خصالاً يسلم دينك، وتأخذ بأفضل حظك عليك؛ إِذَا حضر الخصمان فالبينة العدول، والأيمان القاطعة؛ أدن الضعيف حتى يجتري قلبه وينبسط لسانه، ويعاهد الغريب، فإنه إن طال حبسه ترك حقه، وانطلق إِلَى أهله، وإنما أبطل حقه من لم يرفع به رأساً، واحرص على الصلح بين الناس ما لم يستبن لك القضاء-(۲۰)**

"امابعد، میں یہ خط تمہارے نام لکھ رہا ہوں، اس میں میں نے تمہارے اور اپنے لیے بھلائی تلاش کرنے میں کسی قسم کی کمی و کوتاہی سے کام نہیں لیا۔ پانچ عادتوں کو مضبوطی سے پکڑ لو تمھارا دین محفوظ رہے گا اور تم دین کے بلند مرتبے پر فائز ہو جاؤ گے۔ سب کو ایک نظر سے دیکھو اور سب سے یکساں تعلقات رکھو۔ اپنی

نظراور تعلقات میں برابری رکھو۔جب تمھارے پاس دو آدمی کوئی مقدمہ لے کر آئیں توان کے درمیان فیصلہ انصاف پر مبنی ثبوت یا فیصلہ کن قسم لے کر کرو۔دور سے آنے والے اجنبی کی طرف خصوصی توجہ دو،ورنہ وہ اپنا حق چھوڑ کر واپس چلا جائے گا۔اس کا ذمہ دار وہ ٹھہرے گا جس نے اسے اپنی شفقت اور مہربانی کے سلوک سے محروم رکھا ہوگا۔کمزور کو اپنے قریب کرو تاکہ اس کا دل مضبوط ہو اور اسکی زبان کھل کر اپنا مدعا بیان کر سکے۔جب تک کسی فیصلے پر نہ پہنچو اس وقت تک فریقین کے درمیان صلح کروانے کی بھرپور کوشش کرو۔"

اسی طرح عدالتی معاملات اور عوام کو عدل وانصاف مہیا کرنے کے سلسلے میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام خط لکھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ عُمَرَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ ، سَلَامٌ عَلَيْكَ ،أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْقَضَاءَ فَرِيضَةٌ مُحْكَمَةٌ وَسُنَّةٌ مُتَّبَعَةٌ ، فَافْهَمْ إِذَا أُدْلِيَ إِلَيْكَ وَأَنْفِذْ إِذَا تَبَيَّنَ لَكَ ، فَإِنَّهُ لَا يَنْفَعُ تَكَلُّمٌ بِحَقٍّ لَا نَفَاذَ لَهُ وَسَوِّ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَجْلِسِكَ وَوَجْهِكَ وَعَدْلِكَ ، حَتَّى لَا يَيْأَسَ الضَّعِيفُ مِنْ عَدْلِكَ وَلَا يَطْمَعَ الشَّرِيفُ مِنْ حَيْفِكَ ، الْبَيِّنَةُ عَلَى مَنْ ادَّعَى وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ ، وَالصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا صُلْحًا أَحَلَّ حَرَامًا أَوْ حَرَّمَ حَلَالًا ، لَا يَمْنَعُكَ قَضَاءٌ قَضَيْتَهُ بِالْأَمْسِ ثُمَّ رَاجَعْتَ فِيهِ نَفْسَكَ وَهُدِيتَ فِيهِ لِرُشْدِكَ أَنْ تُرَاجِعَ الْحَقَّ فَإِنَّ الْحَقَّ وَمُرَاجَعَتَهُ خَيْرٌ مِنْ الْبَاطِلِ وَالتَّمَادِي فِيهِ ، الْفَهْمَ فِيمَا تَلَجْلَجَ فِي صَدْرِكَ مِمَّا لَمْ يَبْلُغْكَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ ، اعْرِفْ الْأَمْثَالَ وَالْأَشْبَاهَ وَقِسْ الْأُمُورَ عِنْدَكَ وَاعْمِدْ إِلَى أَحَبِّهَا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى وَأَشْبَهِهَا بِالْحَقِّ فِيمَا تَرَى ، وَاجْعَلْ لِلْمُدَّعِي حَقًّا غَائِبًا أَوْ بَيِّنَةً أَجَلًا يَنْتَهِي إِلَيْهِ فَإِنْ أَحْضَرَ بَيِّنَتَهُ أَخَذَ بِحَقِّهِ ، وَإِلَّا وَجَّهْت عَلَيْهِ الْقَضَاءَ ، فَإِنَّ ذَلِكَ أَجْلَى لِلْعَمَى ، وَأَبْلَغُ فِي الْعُذْرِ ، وَالْمُسْلِمُونَ عُدُولٌ بَعْضُهُمْ عَلَىبَعْضٍ إِلَّا مَجْلُودًا فِي حَدٍّ أَوْ مُجَرَّبًا عَلَيْهِ شَهَادَةُ الزُّورِ أَوْ ظَنِينًا فِي وَلَاءٍ أَوْ نَسَبٍ ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى تَوَلَّى مِنْكُمْ السَّرَائِرَ وَدَرَأَ عَنْكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَالْأَيْمَانِ ، وَإِيَّاكَ وَالْقَلَقَ وَالضَّجَرَ وَالتَّأَذِّي بِالنَّاسِ وَالتَّنَكُّرَ لِلْخُصُومِ فِي مَوَاطِنِ الْحَقِّ الَّتِي يُوجِبُ اللَّهُ بِهَا الْأَجْرَ وَيُحْسِنُ بِهَا الذُّخْرَ ، فَإِنَّهُ مَنْ يُصْلِحُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ وَلَوْ عَلَى نَفْسِهِ يَكْفِهِ اللَّهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ ، وَمَنْ تَزَيَّنَ لِلنَّاسِ بِغَيْرِ مَا يَعْلَمُ اللَّهُ مِنْهُ شَانَهُ اللَّهُ ، فَمَا ظَنُّك بِثَوَابِ اللَّهِ تَعَالَى فِي عَاجِلِ رِزْقِهِ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِهِ وَالسَّلَامُ .(۲۱)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر بن خطاب کی طرف سے ابو موسیٰ اشعریؓ کی طرف۔آپ پر سلامتی ہو۔امابعد! بلاشبہ محکمہ عدالت و انصاف انتہائی اہم ہے۔یہ ایک مسلسل عمل کا نام ہے۔اچھی طرح سمجھ لو،جب کسی دعوے کی دلیل پیش کی جائے تو اس پر خوب غور کرو۔دعویٰ کرنے والا برحق ثابت ہو اسے فوری طور پر انصاف فراہم کرو۔ورنہ اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔اپنی محافل ومجالس میں لوگوں کے درمیان مساوات قائم رکھو تاکہ کوئی بڑا سردار تم سے ظلم کا عمل نہ کرا سکے،نہ کوئی کمزور شخص انصاف سے محروم رہے۔دعوے دار کو لازماً ثبوت پیش کرنا چاہیے اور مدعی پر قسم لازم وضروری ہے۔مسلمانوں کے درمیان ہر ممکن طور پر صلح جائز ہے۔ہاں وہ صلح بالکل جائز نہیں جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دے۔تم نے کسی مقدمے کا فیصلہ کرنا ہو تو اگلے دن اس پر پھر غور وفکر کرو،تنقیدی جائزہ لو۔اگر تمہیں حق کی طرف راہنمائی مل جائے تو فوراً حق کی طرف پلٹ آؤ،اس لیے کہ حق ہر اعتبار سے ہر چیز پر مقدم ہے۔حق ہی کی طرف ہمیشہ رجوع کرنا چاہیے۔

باطل پر اڑ جانا ہٹ دھرمی ہے۔ہر مسئلے کا حل قرآن وسنت میں تلاش کرو۔ثبوت نہ ملے اور اس مسئلے میں تمہارا دل مطمئن نہ ہو تو اس کی کوئی اور مثال تلاش کرو۔مل جائے تو پیش آنے والے مسائل کو ان پر قیاس کرو۔جو بات اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب اور حق سے زیادہ مطابقت رکھتی ہو اس پر اعتماد کر لو۔کوئی مدعی حق کے ثبوت کو پیش کرنے کے لیے مہلت مانگے تو اسے مہلت ضرور دو۔وہ ثبوت فراہم کر دے تو اسے اس کا حق دو۔ثبوت پیش نہ کر سکے تو اس کا دعویٰ خارج کر دو۔یہ طریقہ شک کو دور کرنے اور الجھے ہوئے مسائل کو حل کرنے میں فائدہ مند ثابت ہوگا۔تمام مسلمان عادل اور انصاف پسند ہوتے ہیں۔البتہ کوئی ایسا مسلمان جسے شرعی حد عائد ہونے کی وجہ سے کوڑے لگے ہوں یا جس نے جھوٹی گواہی دی یا وہ تہمت لگانے والا ہو تو وہ قابل اعتماد نہیں۔اللہ تعالیٰ تمہارے باطن

کا حال خوب جانتا ہے۔اس نے تمہارے معاملات میں ثبوت کے ذریعے اور قسم کے ذریعے سے اپنے دفاع کا حق عنایت فرمایا ہے۔ تمہیں اپنی طبیعت کی تنگی واکتاہٹ اور مقدمے کے کسی فریق سے کبھی نفرت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے ناگواری یا ناپسندیدگی کا ہر گز مظاہرہ نہ کرنا کیوں کہ حق دار کو اس کا حق پہنچانا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ثواب کا سبب ہے۔اس عمل سے تمہاری نیکی میں اضافہ ہوگا۔ جس کی نیت صاف ہو اور وہ بے غرض انصاف کرنے پر ڈٹا رہے، اللہ تعالیٰ اس کی اس طرح کفایت فرماتا ہے کہ اپنے سوا کسی کی کفایت کا محتاج نہیں رکھتا۔ جو قاضی لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے ایسا فیصلہ کرے جو اس کے ضمیر کی آواز کے برعکس ہو، اللہ تعالیٰ اسے اسی دنیا ہی میں ذلیل وخوار کردے گا اور اللہ کی رحمت اور رزق کے خزانے ایسے شخص کی پہنچ سے بہت دور رہیں گے۔ والسلام"

حضرت عمرؓ نے قاضی شریحؒ کو عدالتی معاملات کے سلسلے میں لکھا: **اذا اتاک امر فاقض فیه بما في كتاب الله فان اتاک مالیس في كتاب الله فاقض بما سن فیه رسول الله،فان اتاک ما لیس في كتاب الله ولم یسنه رسول الله ولم یتكلم فیه احد فاي الامرین شئت فخذ به۔**

"جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو تو سب سے پہلے قرآن مجید، پھر سنتِ رسول ﷺ سے اس کا حل تلاش کرو۔ اگر قرآن مجید اور سنتِ رسول ﷺ سے اس کا حل نہ ملے تو دیکھو کہ درپیش مقدمے جیسی صورت حال میں ماضی میں کسی نے کیا کہا ہے اگر ایسی مثال نہ ملے تو پھر اپنی بصیرت کی روشنی میں اپنی رائے قائم کرو۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: **وإن شئت أن تؤامرني , ولا أرى مؤامرتك إياي إلا أسلم لك.(۲۲)**

"اگر تم اجتہاد کرنا چاہتے ہو تو آگے بڑھو اور اپنی رائے قائم کرو۔ اگر چاہو تو اجتہاد نہ کرو۔ اس مسئلے سے پیچھے ہٹ جاؤ، یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔"

مشاورت: مشکل مقدمات میں منتخب افراد سے قاضی کو مشاورت سے کام لینا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے ایک قاضی کو لکھا: "شرعی معاملات و مسائل میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں سے مشورہ کر لیا کرو۔"(۲۳)

آپ کا خود یہ معمول تھا کہ اکثر معاملات میں اصحاب رائے سے مشورہ فرماتے تھے۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں: "جس شخص کو عدالتی فیصلے کرنے کا تجربہ حاصل کرنا ہو، وہ حضرت عمرؓ کے عدالتی فیصلوں کو لازم پکڑ لے، آپ کثرت سے مشورہ فرماتے تھے۔"(۲۴)

حضرت عمر نے قاضی شریح کو لکھا: **وان شئت ان تؤامرني ولا اري مؤمراتك ایا ي الا اسلم لك(۲۵)**

"اگر تم چاہو تو مجھ سے مشورہ کر لیا کرو، میں مشورہ طلب کرنے پر تمہیں یقیناً امانت داری سے مشورہ دوں گا۔"

مساوات: قاضی کو دعویٰ کرنے والے اور جس پر دعویٰ کیا گیا ہے ان دونوں کے درمیان مساوات کو قائم رکھنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰؓ کو لکھا: "اپنے سامنے، اپنی عمومی مجلس اور عدالت میں لوگوں کے درمیان مساوات قائم رکھو۔ نہ کوئی سردار تم سے ظلم کرا سکے، نہ کوئی کمزور شخص تمہارے انصاف سے ناامید ہو۔ تم سب لوگوں کے حقوق برابر سمجھو، کسی قریب کو دور اور دور کو قریب پر فوقیت نہ دو۔"

ایک دفعہ ابی کعبؓ نے ایک باغ کے حصول کے سلسلے میں حضرت عمرؓ پر دعویٰ کیا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں مستحق نہ سمجھا۔ دونوں نے باہم زید بن ثابتؓ کو ثالث بنانے کا فیصلہ کیا اور زیدؓ کے گھر آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیں۔ لوگ فیصلے

کرانے کے لیے زیدؓ کے گھر پر آیا کرتے تھے۔ حضرت زیدؓ امیر المومنین کو دیکھ کر اپنے بستر سے اٹھے اور کھڑے ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ زیدؓ نے عمرؓ کو تکیہ پیش کیا اور عرض کیا: اے امیر المومنین! یہاں تشریف رکھیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے زید! تم نے پہلے ہی مرحلے میں ظلم کر دیا، مجھے میرے مدِ مقابل کے ساتھ بٹھاؤ، لہٰذا دونوں زیدؓ کے سامنے بیٹھ گئے۔(۲۶)

عمرؓ کے دورِ خلافت میں گورنر و حکام عدالتی فیصلوں کی پابندی فرماتے اور ان فیصلوں پر عمل کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ حاکمِ وقت اور امیر المومنین تھے۔ اس حوالے سے وہ سب سے زیادہ اسلامی احکام و قوانین کی پابندی فرماتے تھے۔ دل و جان سے عدالت کے فیصلے تسلیم فرماتے۔ وہ حق پر مبنی فیصلے پر بہت خوش ہوتے تھے اور فیصلہ کرنے والے قاضی کی تعریف فرماتے تھے۔ چاہے فیصلہ خود ان کے خلاف ہوتا، وہ اسے خوش دلی سے مان لیتے تھے اور فیصلہ کرنے والے کو انتہائی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک بدوی سے گھوڑا خرید کیا۔ انہوں نے اس گھوڑے کو آزمانا چاہا۔ چناں چہ تجربے کے لیے اس گھوڑے پر سوار ہوئے۔ گھوڑا بہت تھک گیا، عمرؓ نے بدوی سے فرمایا "اپنا گھوڑا واپس لے لو۔" بدوی نے گھوڑا واپس لینے سے انکار کر دیا۔ عمرؓ نے فرمایا، چلو اپنے اور میرے درمیان کسی کو ثالث بناؤ۔ اس نے شریحؒ کا نام لیا۔ حضرت عمرؓ اور بدوی دونوں شریحؒ کے پاس فیصلے کے لیے گئے۔ شریحؒ نے فیصلہ سنایا "اے امیر المومنین! آپ نے جو چیز خریدی، سو خریدی۔ اسے اپنے پاس رکھیے یا گھوڑا اسی حالت میں واپس کیجیے جس حالت میں آپ نے خریدا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "فیصلے اسی طرح ہی کیے جاتے ہیں۔ اور اس کے بعد شریحؒ کو کوفہ کا قاضی مقرر فرما دیا۔"(۲۷)

غصہ اور بھوک کی حالت میں فیصلے کی ممانعت: حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰؓ کو لکھا: "غصے کی حالت میں کوئی فیصلہ نہ کرو۔"(۲۸)

قاضی شریحؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے حکم دیا کہ غصے کی حالت میں کبھی کوئی فیصلہ نہ کرنا۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے: لایقضی القاضی الا وھو شعبان ریان۔

"کوئی قاضی اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ کرے جب تک وہ اچھی طرح کھا، پی نہ لے۔"

وہ سمجھتے تھے کہ بھوک یا پیاس کی حالت میں جلد بازی سے غلط فیصلے صادر ہو جانے کا بڑا اندیشہ ہے۔(۲۹)

مقدمہ کا باغور جائزہ: کسی بھی مقدمے کا فیصلہ سنانے سے پہلے اس کا باریک بینی اور غور سے جائزہ لینا بے حد ضروری ہے تاکہ حق واضح ہو سکے۔ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا: "جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو پہلے اسے اچھی طرح سمجھو۔"

ایک مرتبہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: "کسی قاضی کو کسی مقدمے کا فیصلہ اس وقت تک نہیں کرنا چاہیے جب تک حق اس پر اس طرح واضح نہ ہو جائے جس طرح دن اور رات واضح ہوتے ہیں۔" حضرت عمرؓ کو ابو موسیٰؓ کی اس گفتگو کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: "ابو موسیٰ نے سچ کہا۔"(۳۰)

جلد بازی میں فیصلہ کی ممانعت: حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰؓ کو تحریر کیا: "مقدمے کا فیصلہ کرتے وقت تم مطمئن اور معتدل رہو، رنجیدہ حالت، غضب ناک اور بے چین نہ ہو، مقدمے کی سماعت کے وقت لوگوں سے کبھی تنگی، تکلیف اور ناگواری محسوس نہ کرو۔ اگر کوئی قاضی ان حالتوں کی وجہ سے خود کو بے چین پائے تو کسی مقدمے کا فیصلہ کرنے میں جلد بازی نہ کرے، ایسا نہ ہو کہ اس بے چینی والی کیفیت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وہ کوئی غلط فیصلہ سنا دے۔"(۳۱)

خلوص نیت: حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو تحریر کیا کہ :"بے شک اللہ تعالیٰ حق دار کے لیے حق کا فیصلہ کرنے پر ثواب عطا فرماتا ہے اور اس کی نیکیوں میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ جس کی نیت حق کے بارے میں صاف ہو، چاہے معاملہ خود اس کے خلاف ہو، اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے درمیان اس کے لیے کافی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے کسی کفایت کا محتاج نہیں رکھے گا۔ اگر اس نے خلوصِ نیت سے کوئی فیصلہ نہ کیا تو وہ ذلیل و خوار ہو گا۔ رب کریم صرف وہ عمل قبول فرماتا ہے جو درست نیت سے کیا جائے۔ اب تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا تم دنیا کا رزق اور رحمتِ الٰہی کے خزانے حاصل کرنا چاہتے ہو یا نہیں؟"(۳۲)

رشوت اور تحفے تحائف قبول کرنے کی ممانعت: حضرت عمرؓ نے قضات کو تجارت اور بازاروں میں خرید و فروخت کرنے، تحائف قبول کرنے اور رشوت لینے سے بڑی سختی سے منع فرمایا۔ عمرؓ نے ابو موسیٰؓ کو تحریر کیا:"تم کسی قسم کی خرید و فروخت اور مضاربت نہ کرو، نہ کسی مقدمے میں کوئی رشوت قبول کرو۔"

قاضی شریح کہتے ہیں:شرط علي عمر حين ولاني القضاء الا ابيع ولا ابتاع ولاارش

"عمرؓ نے جب مجھے قاضی کا منصب عطا فرمایا تو مجھے اس بات کا پابند کیا کہ میں خرید و فروخت کا کوئی کام کروں گا نہ رشوت لوں گا۔"

حضرت عمرؓ فرماتے تھے:ایا کم والرشا والحكم بالهوى۔(۳۳)

"رشورت لینے اور مقدمات میں خواہشات کی پیروی سے بچو۔"

سزا جرم ثابت ہونے پر ہے: کسی بھی شخص کو سزا اس وقت تک نہیں دی جاسکتی یا اسے مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک اس کا جرم ثابت نہ ہو جائے۔ عبداللہ بن عامر بیان فرماتے ہیں: میں ایک قافلے کے ساتھ تھا۔ ہم "ذاالمروۃ" نامی جگہ پہنچے، کسی نے میرا صندوق چوری کر لیا۔ قافلے میں ایک شخص تھا لوگوں نے اسے چور خیال کیا۔ اس سے کہا "ارے ان کا صندوق واپس کرو، اس نے کہا میں نے اس کا صندوق نہیں لیا۔ میں عمرؓ کی خدمت میں آیا۔ انہیں اپنے معاملے سے آگاہ کیا۔ عمرؓ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ میں نے سب اہلِ قافلہ کا تعارف کرایا۔ عمرؓ نے فرمایا "میرا خیال ہے کہ یہی آدمی ہے، جسے لوگوں نے چور خیال کیا ہے میں نے عرض کیا "اے امیر المومنین ! کیا میں اُسے بیڑیاں پہنا کر آپ کے سامنے پیش کروں؟ عمرؓ نے فرمایا "ثبوت کے بغیر تم اس طرح کیسے کر سکتے ہو؟ (۳۴)

صلح کو فوقیت دینا: حضرت عمرؓ فرماتے تھے: کسی بھی مقدمے کا آخری فیصلہ کرنے سے قبل دونوں فریقوں کو صلح کا موقع دو کیونکہ ایسے فیصلے بعض اوقات آگے چل کر باہمی دشمنی، بغض و کینے کا سبب بنتے ہیں۔ اگر دونوں فریق اسلامی قوانین کے مطابق باہم صلح پر راضی ہو جائیں تو قاضی صلح کو فوقیت دے۔ اگر صلح کسی شرعی حکم کے غیر مطابق ہو قاضی اس صلح کو توڑ دے۔ عمرؓ نے فرمایا:

الصلح جائز بين المسلمين الا صلحا احل حراما او حرمحلالا۔(۳۵)

"مسلمانوں کے درمیان باہم صلح جائز ہے، سوائے اس صلح کے جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام کر دے۔"

فیصلہ ظاہری حالت پر ہے:

حضرت عمرؓ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

فإنما كنا نعرفكم ورسول الله صلى الله عليه و سلم فينا والوحي ينزل وينبئنا من أخباركم وأما اليوم فإنما أعرفكم بأقوال لكم من أعلن لنا خيرا ظننا به خيرا وأحببناه عليه ومن اعلن لنا شرا ظننا به شرا وأبغضناه عليه سرائركم فيما بينكم وبين الله(۳۶)

"جب اللہ کے نبی زندہ تھے تو ہم تمہیں اچھی طرح جان سکتے تھے۔ وحی کا زمانہ تھا اور وحی کے ذریعے سے تمہارے ہر معاملے کی خبر ہو سکتی تھی۔ اب ہم صرف تمہیں تمہاری بات چیت ہی سے شناخت کر سکتے ہیں۔ جس کا ظاہر اچھا ہو گا ہم اسے اچھا سمجھیں گے اور اس سے محبت کریں گے اور جس کا ظاہر برا ہو گا ہم اسے برا خیال کریں گے اور اس سے نفرت کریں گے۔ تمہارے اصل راز تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں۔"

قضاۃ کے وظائف:

حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں قضات کے معقول وظائف مقرر فرمائے تاکہ قضاتحضراتت خوش حال ہوں اور اپنی مالی ضروریات پورا کرنے کے لیے غلط فیصلے کرنے پر مجبور نہ ہوں۔ اور رشوت وغیرہ جیسی لعنت سے محفوظ رہیں۔ آپ نے سلمان بن ربیعہ باہلی اور قاضی شریح کی تنخواہ پانچ پانچ سو درہم ماہوار مقرر فرمائیں۔ اور یہ رقم اس دور کے حالات کے لحاظ سے بالکل کافی تھی۔ آپ نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جو شخص دولت منداور معزز نہ ہو قاضی مقرر نہ ہونے پائے۔ آپؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ گورنر کو جو فرمان لکھا اس میں اس اصول کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ "دولت مند شخص رشوت کی طرف راغب نہ ہو گا اور معزز شخص پر فیصلہ کرنے میں کسی رعب و دبدبہ کا اثر نہ ہو گا۔"

ان باتوں کے علاوہ کسی قاضی کو تجارت اور خرید و فروخت کرنے کی اجازت نہ تھی اور یہ وہ قاعدہ ہے جو مدتوں کے تجربے کے بعد ترقی یافتہ ملکوں میں اختیار کیا گیا ہے۔(۳۷)

نتائج:

کسی بھی سلطنت و معاشرے کی کامیابی و بہتری کے لیے عدل و انصاف کے منظم نظام کا قیام بہت ضروری ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ ایسے عدالتی محکمے قائم ہوں جہاں سے ہر ایک شخص کو انصاف مل سکے اور وہ اپنا جائز حق حاصل کر سکے۔ عدالتی محکموں میں انصاف مہیا کرنے کے لیے ایسے قضات (ججز) کا انتخاب کیا جائے جو ایماندار اور خصوصی صفات کے حامل ہوں۔ حضرت عمر کی خلافت و حکومت کی کامیابی کا ایک عمل محکم و منظم عدالتی نظام کا قیام بھی ہے۔ انہوں نے علیحدہ سے عدالتی محکمے قائم کئے، ان محکموں میں معزز، متقی و پرہیز گار، اہل علم، ذہین و فطین، سخی و نرم مزاج اور رعب دار شخصیت کے حامل افراد کو تعینات کیا ۔ حضرت عمرؓ قاضیوں کے حالات اور عدالتی معاملات سے باخبر رہتے، وقتاً فوقتاً ان کو ہدایات جاری کیں، ان سے عدالتی معاملات میں خط و کتابت فرمائی۔ آپؓ قاضیوں سے مسلسل رابطے میں رہے اور بوقت ضرورت مقرر شدہ قاضیوں کے باوجود مدینہ میں بعض مقدمات کے فیصلے خود فرمائے۔ آپ نے قاضیوں کے معقول وظائف مقرر کئے تاکہ وہ مالی طور پر مضبوط ہوں اور اپنی مالی ضروریات پوری کرنے کے لیے غلط فیصلے کرنے پر مجبور نہ ہوں۔ حضرت عمر کا عدالتی نظام کسی بھی ملک و حکومت کی کامیابی و ترقی کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے۔

حوالہ جات:

۱۔المائدہ:۸

۲۔ فخر الدین ابو عبداللہ محمد بن عمر، تفسیر الرازی، بیروت، داراحیاء التراث العربی، طبع دوم، ج:۱۰ص:۱۴۱

۳۔اسماعیل بدوی، السیاسۃ الشرعیہ، ۲۰۰۰ع، کویت، مکتبہ المنار، طبع اول، ص:۱۰

۴۔علامہ شبلی نعمانی، الفاروق، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ص:۲۰۱

۵۔عطیۃ مصطفی شرفہ، القضاء فی الاسلام، ۱۹۶۶ع، شرکۃ الشرق الاوسط، طبع دوم، ص:۷۷

۶۔ مناع القطان، النظام القضائی فی العھد النبوی والخلافۃ الراشدہ، ۱۹۹۳ع، مکتبہ وھبہ، طبع اول، ص:۴۷

۷۔وکیع محمد بن خلف، اخبار القضاۃ لوکیع، ۱۹۴۷ع، قاہرہ، مطبعہ الاستقامہ، طبع اول، ج:۲، ص:۱۸۸

۸۔ایضاً، ج:۱، ص:۱۰۸

۹۔ابو ظبی، وقائع ندوۃ النظم الاسلامیہ، ۱۹۸۴ع، ج:۱، ص:۳۷۵

۱۰۔ مناع القطان، النظام القضائی فی العھد النبوی والخلافۃ الراشدہ، ۱۹۹۳ع، مکتبہ وھبہ، طبع اول، ص:۴۹

۱۱۔اکرم ضیاء العمری، عصر الخلافۃ الراشدہ، ۱۹۹۴ع، مدینہ منورہ، مکتبۃ العلوم والحکم، طبع اول، ص:۱۴۴

۱۲۔ایضاً، ص:۱۴۵

۱۳۔امام علامہ ابن قدامہ مقدسی، المغنی، ۱۹۹۶ع، قاہرہ، دارالحدیث، طبع اول، ج:۹، ص:۳۷

۱۴۔ شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ج:۳، ص:۲۶۴۔۲۶۵

۱۵۔ ظافر القاسمی، نظام الحکم فی الشریعہ والتاریخ الاسلامی، ۱۹۸۷ع، بیروت، دارالنفائس، طبع سوم، ج:۲، ص:۱۰۲

۱۶۔ محمد قلعجی، موسوعۃ فقہ عمر بن الخطاب، ۱۹۸۹ع، دارالنفائس، طبع چہارم، ص:۲۴۷

۱۷۔ایضاً

۱۸۔ایضاً

۱۹۔ محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعھد النبوی والخلافۃ الراشدہ، ۱۹۸۵ع، دارالنفائس، طبع پنجم، ص:۴۳۸

۲۰۔ جاحظ، ابو عثمان عمرو بن بحر، البیان والتبیان، ۱۹۶۸ع، مصر، دارالخانجی، ج:۲، ص:۱۵۰

۲۱۔ شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم، اعلام الموقعین عن رب العالمین، ۱۴۰۷ھ، بیروت، مکتبہ عصریہ صیدا، ج:۱، ص:۸۵

۲۲۔ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ،۱۳۹۸ھ،بیروت،دارالکتب العلمیہ،ج:۲،ص:۷۰

۲۳۔امام ابی محمد علی بن احمد بن سعید بن خزم اندلسی،المحلی بالآثار،بیروت،دارالکتب العلمیہ،ج:۸،ص:۳۰۷

۲۴۔ابی بکر احمد بن حسین بن علی البیھقی،السنن الکبریٰ،بیروت،دارالمعرفۃ،ج:۱۰،ص:۱۰۹

۲۵۔ایضاً،ص:۱۱۰

۲۶۔مجدی فتحی السید، صحیح التوثیق فی سیرۃ وحیاۃ الفاروق عمر بن الخطاب،۱۹۹۶ع،دارالصحابۃ للتراث بطنطا،طبع اول،ص:۲۵۹

۲۷۔اکرم ضیاء العمری، عصر الخلافۃ الراشدہ،۱۹۹۴ع،مدینہ منورہ،مکتبۃ العلوم والحکم، طبع اول،ص:۱۴۷

۲۸۔محمد قلعجی،موسوعۃ فقہ عمر بن الخطاب،۱۹۸۹ع،دارالنفائس، طبع چہارم،ص:۲۶۷

۲۹۔ایضاً

۳۰۔ایضاً،ص:۲۵۷

۳۱۔ایضاً،ص:۲۶۷

۳۲۔شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم،اعلام الموقعین عن رب العالمین،۱۴۰۷ھ،بیروت،مکتبہ العصریہ صیدا،ج:۱،ص:۸۵

۳۳۔ابی بکر احمد بن حسین بن علی البیھقی،السنن الکبریٰ،بیروت،دارالمعرفۃ،ج:۱۰،ص:۱۳۵

۳۴۔امام ابی محمد علی بن احمد بن سعید بن خزم اندلسی،المحلی بالآثار،بیروت،دارالکتب العلمیہ،ج:۱۱،ص:۱۳۲

۳۵۔عمر بن شبۃ النمیری،تاریخ المدینہ،جدہ،دارالاصفھانی،ج:۲،ص:۷۶۹

۳۶،ابو بکر عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی،مصنف عبدالرزاق،۱۴۰۳،بیروت،المکتب الاسلامی،ج:۳،ص:۳۸۳

۳۷۔علامہ شبلی نعمانی،الفاروق،لاہور،مکتبہ رحمانیہ،ص:۲۰۶